

# فلسفہ، علم اور قرآن

## پروایمان کے کہانی

### ابوالعلاء معری

الشیخ ندیم الجبر ◊ ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن

حیران: آپ نے مجھ سے ان تمام اسلامی فلاسفہ کا ذکر کیا ہے، جن کے متعلق میں نے سنا ہوا تھا، مگر معری کا ذکر نہیں کیا، کیا آپ مجھے ابوالعلاءؒ کی باتیں نہ بتلائیں گے؟

شیخ: میں تجھ سے ابوالعلاء کا ذکر کیوں نہ کروں گا جبکہ میرے نزدیک ٹیپ کا بند تو وہی ہے جس میں ابوالعلاء کا ذکر ہو..... لیکن میں اس کا ذکر بطور ایک فلسفی کے نہ کروں گا کیونکہ مجھے پڑے فلسفیانہ مسائل میں اس کی کوئی واضح اور مدلل فلسفیانہ رائے نہیں ملی کہ اس کی تمہارے لئے تشریح کروں۔ کیونکہ جب ہم اس لفظ کو لغوی معنوں میں لیتے ہیں تو ہم ابوالعلاء کو فلسفی کہہ سکتے ہیں کیونکہ فیلسوف کے لغوی معنی "حکمت کا محب" ہیں اور معری بے شک حکمت سے محبت رکھتا تھا۔ اگرچہ اس نے اپنی اس محبوبہ کی کوئی ایسی خدمت نہیں کی جس سے وہ کلی طور پر راضی ہو جاتی۔ لیکن اگر صحیح اصطلاحی معنوں میں اسے لیں تو ہم ابوالعلاء کو فلاسفہ کے زمرہ میں شمار نہیں کر سکتے۔ حقیقی معنوں میں فیلسوف کا نام صرف اسی شخص پر منطبق ہوتا ہے،

ابوالعلاء المعری ۳۲۳ھ = ۹۴۳ء میں معرۃ النعمان میں پیدا ہوا۔ بچپن ہی میں اس پر چھپک کا حملہ ہوا، جس کی وجہ سے اس کی بنیائی جاتی رہی۔ اس نے ابتدائی تعلیم اپنے باپ سے حاصل کی پھر حلب چلا گیا۔ ساہا سال کے سفر کے بعد یہ ۳۸۳ھ = ۹۹۳ء میں معرۃ النعمان واپس چلا آیا اور پندرہ سال یہاں گزارے۔ پھر بغداد گیا، جہاں یہ ڈیڑھ سال تک رہا۔ پھر معرۃ النعمان چلا آیا، جہاں اس نے بقیہ عمر تنہائی میں گزار دی۔ یہ گوشت نہیں کھاتا تھا۔ ساری عمر شادی نہیں کی اور بچے پیدا کرنے کو گناہ عظیم سمجھتا تھا۔ اس کی مشہور تصانیف سقظ الزند، رسالۃ القفران، لزوم ما لا یلزم یا لزومیات ہے۔ اس نے ۳۴۹ھ = ۱۰۵۷ء میں وفات پائی۔

(اے لٹری ہسٹری آف دی عربز: ۳۱۳ تا ۳۲)

جس میں یہ خاصیتیں بحال پائی جائیں۔ (۱) خالص نظری عقل جس کی بنیاد معرفت پر ہو۔ (۲) فلسفہ کبریٰ کے تمام یا بعض مسائل پر بحث کر سکتا ہو (۳) اور ان کے متعلق قاطع اور مدلل فلسفیانہ رائے قائم کر سکتا ہو۔ لہذا فلسفہ سے محبت رکھنے والا مذکورہ بالا باتیں کر سکتا ہو تو وہ یقیناً آرباب فلسفہ میں سے ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کی رائے درست ہے یا غلط۔ لیکن ان تمام امور میں جب اس کے پاس فلسفہ کے چند مسائل میں متفرق نظریات کے سوا کچھ بھی نہ ہو تو اسے نیم فلسفی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

میری نظر میں عمری بھی نیم فلسفیوں میں سے ہے۔ اس لئے کہ اس کے پاس نظر عقلی ہے جس کی بنیاد کسی معمولی معرفت پر نہیں۔ اور بہت سے فلسفی مسائل میں اس کے متفرق نظریات ہیں جنہیں اس نے بغیر ترتیب، بغیر ربط، بغیر تحقیق اور بغیر دلیل کے اپنے اشعار اور نثر میں پیش کیا ہے۔

ابوالعلاء دنیا سے روگرداں تھا۔ دنیاوی لذات اور خوشیوں سے بٹا ہوا بلکہ ہٹا دیا گیا تھا۔ اور زندگی میں بدبختی کی وجہ سے اس کے اندر بکثرت تجرّبے چینی اور شک پیدا ہو گیا اور ان سے چھٹکارا پانے کے لئے اسے سوائے شکوہ و شکایت، تمسخر اور طنز کے اور کوئی ذریعہ نہ ملا۔ اور اس نے شکایت کرنے، ہنسی اڑانے اور طنز کرنے سے اپنے غم کو غلط کیا۔ لہذا اس نے اپنے تمام غمناک اور ناراضگی کے خیالات کو شعروں میں ڈھال دیا۔ اس نے ان اشعار کو کئی ایک قسم کی خوبیوں اور آراستگیوں سے ایسا مزین کیا جیسے نمائش چاہنے والی طبیعت پسند کرتی ہے اور جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اسے لغت اور ادب میں دسترس تھی اور یہ کہ وہ کسی قدر فلسفے سے بھی واقف تھا۔ چنانچہ اس کا دیوان اس کے اندرونی احساسات مثلاً دکھ، ناراضگی، حیرت، طنز، تمسخر، عظمت و فخر کی خواہش زہد میں چھپی ہوئی اور زہد جس میں عظمت و فخر کی خواہش مشتعل ہے، ایمان جس میں شک کی ملاوٹ ہو اور ایسے شک کا جو ایمان کے ساتھ مربوط ہے، صحیح خاکہ پیش کرتا ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم۔ یہ قطعاً حق بات نہیں ہے کہ ہم ہر اس شخص کو فلاسفہ کے زمرہ میں شمار کریں جس نے شک کے اظہار کے لئے اپنی زبان کو کھولا اور شعروں کی زبان میں اپنے اندرونی خیالات کو ظاہر کیا جو ہرگز ایسی مرتبہ فلسفیانہ بحث کی صلاحیت نہیں رکھتے، جو دلیل پر قائم ہو۔ اس لئے کہ یہ شکوک تو زندگی کی مصیبتوں اور بدبختی میں اکثر لوگوں میں سرایت کر جاتے ہیں اور اکثر عقلموں کو پیش آتے ہیں۔ لیکن ہر وہ شخص جس میں شک پیدا ہوا ہو یا اس پر مصیبت نازل ہوئی ہو یا اس پر بدبختی کے بادل چھائے ہوں، شعروں کی زبان میں اپنے دل کی باتوں کا اظہار نہیں کرتا۔ اور نہ اشعار میں اس جہان کے بڑے بڑے حقائق کے بارے میں بغیر تلاش کے یا

بغیر تامل، تعلیل اور دلیل کے، اپنی رائے پیش کرتا ہے۔ اور جب لوگوں میں کوئی ایسا شخص پایا جائے جو اپنے شکوک اور آلام کی وجہ سے تنگ دل ہوتا ہے۔ پھر وہ انہیں لوگوں کے سامنے ایسے شعروں کی صورت میں پیش کرے جن میں کچھ شک اور کچھ ایمان ملا ہوا ہو تو کیا وہ اس بات کا مستحق ہو سکتا ہے کہ ہم اسے ان لوگوں میں شمار کریں جنہوں نے اپنی عمر میں خالص اور منظم عقلی نظر و فکر میں گزار دیں۔ اور پھر لوگوں کے لئے ایسا فلسفہ نکالا، جو واضح، صریح ہے۔ اور جس کے اجزاء ایک دوسرے کو مضبوط پکڑے ہوئے، جس کے اطراف میں باہمی ربط پایا جاتا ہے، جس کے نتائج میں یکسانیت ہے، جس کا میلان بھی ایک سا ہے اور اس کی بنیاد دلیل پر ہے۔

جب ہم ابوالعلاء کے دیوان، رسالۃ الغفران اور ان جوابات کو غور سے دیکھتے ہیں جو اس نے داعی الرعایۃ کو دیئے۔ اور یہی وہ تمام چیزیں ہیں، جن سے ہم اس کی آراء کو نکال سکتے ہیں تو ہمیں نہ معرفت کی بحث میں، نہ وجود کی بحث میں، نہ نفس کی بحث میں اور نہ اخلاق اور اجتماع کی بحث میں کوئی ایسی بحث ملتی ہے، جو صریح منظم مسلسل، معلل اور مدلل ہو بلکہ ہمیں تاریک سخت اور ظالم مایوسی ملتی ہے جس کی وجہ سے یہ شخص شک اور لہجہ کے درمیان بھٹک رہا ہے۔

میں اس مایوسی کے اسباب کو جو اس شخص پر چھانی ہوئی ہے، لمبانا کروں گا۔ کیونکہ اے حیران! تجھے معلوم ہے کہ یہ مایوسی تو بہت سے تندرست، بنیا، ناز و نعمت میں پلے ہوئے اور مالدار لوگوں پر بھی کسی مصیبت کی وجہ سے جو ان پر نازل ہوئی یا کسی آرزو میں ناکامی کی وجہ سے بھی طاری ہو جاتی ہے تو اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے۔ جو اپنے سبب سے غیر معمولی ذہین لوگوں (عمیق فکریوں) کی حوصلہ مندی اور اولوالعزمی اور باجبروت اشخاص کا دل رکھتا ہو۔ جب وہ شروع زندگی ہی سے اپنے آپ کو نابینا، بدنما چہرے والا، گوشہ نشین پر مجبور حرکت کرنے کی نشاط سے محروم، بد مضی میں مبتلا، زہر پر مجبور، عظمت و بزرگی سے محجوب، لوگوں سے مایوس اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو چکا ہے ... ۶

یہ ایک فطری بات تھی کہ یہ تمام امور ابوالعلاء کے دل میں شک پیدا کریں۔ اور یہ وہ شک ہے جو زندگی میں صرف قسمت کے مختلف ہونے کی وجہ سے آتا ہے اور جو لوگ تقدیر کے راز میں غور کرتے ہیں ان میں سے صدیقین کے سوا کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ دنیا کی ہر چیز اللہ کی طرف راہنمائی کرتی ہے لیکن صرف زندگی کی بد بختی اور قسمتوں کے مختلف ہونے مثلاً صحت و مرض، فقر و غنا، عزت و ذلت، لمبی عمر یا کوتاہ عمر وغیرہ وغیرہ کی وجہ سے ہم میں شک پیدا ہوتا ہے۔ اے حیران! اسے یاد رکھنا اور بھولنا نہیں کیونکہ جب میں تمہارے

لئے اس بات کی دلیل پیش کروں گا کہ دنیا کی ہر چیز اللہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے تو میں پھر تمہیں اس کی طرف لاؤں گا۔  
حیران: لیکن یہ شک ابوالعلاء کو کہاں لے گیا۔

شیخ: ابوالعلاء کے متعلق تم سے گفتگو کرنے کا باقی راز یہی ہے۔ میں نے تم سے اُس کے اس شک کی وضاحت کر دی ہے، جو ہر مصیبت زدہ انسان پر طاری ہوتا ہے اور میں اب تم سے اُس کے اس ایمان کی وضاحت کروں گا جو ہر عقل سلیم کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

معری نے ہر چیز میں شک کیا ہے۔۔۔۔۔ سوائے ایک بات کے کہ جس میں ہرگز شک نے راہ نہیں پائی، اور وہ اللہ کا وجود ہے۔ اگر تمہیں کوئی کچھ اور بتائے تو اس کو سچانہ سمجھ۔ معری نے قضاء و قدر، آزادی ارادہ، تخلیق کی حکمت، روح کی حقیقت اور دوبارہ اٹھائے جانے کی کیفیت، ان سب امور میں شک کیا ہے لیکن وہ اللہ کے وجود پر ایمان کو مضبوطی سے پکڑے رہا ہے۔ کیونکہ اس کی عقل سلیم نے دلیل کے ساتھ اس کی رہنمائی اس یقین کی طرف کی ہے، جس سے سلیم عقلیں بچ کر نہیں نکل سکتیں۔ خواہ انہیں ذات احدی کی حقیقت کو سمجھنے یا حدوث و قدم کے تصور یا عدم سے تخلیق یا زمان و مکان کے تصور میں کسی قدر عجز۔ کیوں نہ لاحق ہو جائے اور خواہ ان پر وہ شک کس قدر یورش کیوں نہ کرے، جسے قسمتوں کا اختلاف اور تقدیر کا غامض راز ہمارے نفوس میں اکٹا ہے۔

جس چیز کو لوگ معری کا فلسفہ کہتے ہیں، اس کے متعلق یہی حق بات ہے۔ اگر تو اپنے ہاتھ سے اسے ٹٹولنا چاہے تو اس کے دیوان کی طرف رجوع کر۔ اس کے اقوال کو جمع کر۔ انہیں مرتب کر۔ ان میں موازنہ کر اور غور کر تو یہ حق بات جس میں کسی قسم کا شک نہیں، تمہارے لئے ظاہر ہو جائے گی۔

حیران: مولانا! یہ تو عجیب بات ہے۔ کیونکہ ان لوگوں سے جو ابوالعلاء کا ذکر کرتے ہیں یا اس پر لکھتے ہیں یا اس کے اشعار کی روایت کرتے ہیں، میں عرصہ سے ایسی باتیں سنتا رہا ہوں جن سے پتہ چلتا تھا کہ ابوالعلاء کا ایمان کمزور ہے۔

شیخ: لوگوں میں ابوالعلاء کے اشعار پڑھنے کی اس تدر دار فتنگی پائی جاتی ہے۔ نیز ہر اس شعر کے پڑھنے کی جس میں تقدیر کا شکوہ، تقدیر پر عتاب یا اس پر تعجب یا اس کی حکمت میں شک پایا جاتا ہو، یہ بھی زندگی میں ممتد کے اختلاف کا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر انسان کو یا تو اپنی ذات میں یا ان لوگوں میں مصیبت پہنچ سکتی ہے جو بیوی، اولاد اور احباب میں سے اس کے ارد گرد ہوتے ہیں تو وہ اپنی بد قسمتی کا شکوہ کر کے لذت حاصل کرتا ہے، تاکہ

اس قسم کے اشعار کو بار بار پڑھ کر وہ مصیبت سے کچھ راحت حاصل کر سکے۔ لیکن اس قسم کے مفرد اشعار جنہیں ان کے کہنے والوں نے صرف اس لئے کہا ہے کہ وہ زندگی کی مصیبتوں میں سے کسی ایک سے راحت پاسکیں، تنہا اس بات کی بنیاد نہیں بن سکتے کہ ہم یہ حکم لگا دیں کہ وہ مومن تھے یا کافر۔ بلکہ یہ تاثر دہی ہے کہ ان تمام باتوں کو جمع کریں جنہیں شاعر نے اس بارے میں کہا ہے اور ان میں غور کریں تاکہ ہم صحیح اور قطعی رائے تک پہنچ سکیں۔

اے حیران! اگر ہم چاہیں کہ ابو العلاء کو فلاسفہ میں شمار کریں اور ان اشعار کے اندر معرفت و وجود کے متعلق اس کی ملنے کو تلاش کریں تو ہمارے لئے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ باوجود اس کے کہ اس کی باپوسی اسے کھینچ کر شک اور حیرت کی طرف لے گئی تھی مگر پھر بھی اکیلی اس عقل کی وجہ سے نہ تو اس نے اپنی عقل پر اعتماد کرنا چھوڑا اور نہ وہ اپنے رب پر ایمان رکھنے سے باہر گیا۔

اور اے حیران! جب تو اسے یہ کہتا ہے تو کیا تو شک کرے گا۔ اور وہ کیا ہی سچ کہتا ہے:

وَلَيْسَ يَظْلَمُ قَلْبٌ      وَفِيهِ لَلْبَبُ جَدْوَةٌ

(جب تک دل میں عقل کی چپنگاری باقی ہو، وہ دل تاریک نہیں ہو سکتا)

ہاں۔ حیران! اللہ کی قسم اس شخص کا دل تاریک نہیں ہو سکتا، جس کے سر میں عقل سلیم کا شعلہ ہو۔ ابو العلاء کو اس عقل پر بہت اعتماد تھا۔ اور وہ ہر اس رائے یا اطلاع سے سرکشی کرتا تھا جو عقل کے قطعی احکامات کے منافی ہو۔ جیسا کہ اس کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے:

فَلَا تَقْبَلْنَ مَا يَخْبَرُوكَ صَلَٰةً      اِذَا الْمَرْيُوتُ مَا تَوَكَّلَ بِهِ، الْعَقْلُ

اور اس کا یہ شعر:- وَمَا تَرْبِيكَ مَوَالِي الْعَيْنِ صَادِقَةٌ      فَمَا جَعَلَ لِنَفْسِ مَرَاةً مِنَ الْفِكْرِ

نیز اس کا یہ شعر: سَاتِعٌ مِّنْ يَّدِ عَوَالِي الْخَيْرِ جَاهِدًا      وَارْحَلْ عَنْهُ، مَا مَامَى سَوَى عَقْلِي

(جس چیز کی وہ تمہیں لاعلمی سے خبر دے، اسے قبول نہ کر۔ جب تک کہ عقل اس کی تائید نہ کرے۔

جس چیز کو آنکھ تیرے لئے سجاد کھائے تو تو اسے اپنے لئے غور و فکر کا آئینہ بنا لے، اور

میں ان لوگوں کی تابعداری کروں گا جو نیکی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور میں اس سے کوچ کر جاؤں گا۔

کیونکہ میری عقل کے سوا میرا اور کوئی مقتدا نہیں ہے۔)

اسی عقل کے ذریعہ یہ عبقری، محروم اور صابر، اللہ کے وجود پر ایمان لایا اور اس چیز پر ایمان

لایا کہ اللہ سبحانہ واحد، کینا، اول، ازلی، سرمدی، علام، قادر، مصور، مبدئی اور معبد ہے۔ اس

کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ جب ہم ابوالعلاء کو یہ کہتے ہوئے سنیں :

بوصدانية العلاء مردنا فندعنى انقطع الايام وحدى

(ہم خدائے علام کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہذا مجھے ایام زندگی تنہا گزارنے (دو) تو کیا اس کامل و جامع ایمان میں شک کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے لئے اپنے اللہ اور اس کی وحدانیت پر ایمان کی طرف اشارہ کر رہا ہے، جو اس کی تنہائی، گوشہ نشینی، وحشت اور مایوسی میں بھی اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور ہم اسے یہ کہتا ہوا سنتے ہیں :

يموت فتوم و راء فتوم ويثبت الاول العزیز

يجوز ان ينطع المنيا والخلد في لدهر لا يجوز

(لوگ یکے بعد دیگرے مرتے جاتے ہیں اور (اللہ) اول و عزیز برقرار رہتا ہے ہو سکتا ہے کہ موتیں دیر کر دیں لیکن ہم دنیا میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہ سکتے)

اور ہم اسے اس اللہ کی قدرت کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں۔ جو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو پھر وہ مردہ مادہ کے عرض سے زندگی کے جوہر کو پیدا کرتا ہے۔ اس کے بعد جب چاہے گا، اسے اس میں سے کبھی نکال لے گا اور وہ اللہ کی قدرت سے عرض کی طرح پھر مردہ ہو جائے گا۔

جواهر اللہ قوتاً قدرۃً عجیباً . وزايلتها ، نصارتٌ مثل اعراض

(عجیب بات یہ ہے کہ قدرت نے ان جواہر کو مرکب کیا اور یہ جواہر مادہ سے الگ ہو گئے تو مادہ دوبارہ عرض کی طرح ہو گیا۔)

حیران : مولانا ! لیکن مجھے تو اس کے یہ اشعار یاد ہیں :

قلتم لنا خالق عليم قلنا صدقتم كذا نقول

زعتوه بلا مكات ولا زمان الا فتولوا

هذا كلام له حبيبي معناه ليست لنا عقول

(تم یہ کہتے ہو کہ ہمارا (خدا) خالق اور علیم ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ سچ ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں، تمہارے خیال میں اس کا نہ کوئی مکان ہے نہ زمان۔ کیوں کہو تو۔ یہ اس کا کلام ایسا ہے جس کے معنی محضی ہیں مگر ہمارے پاس عقل ہی نہیں ہے)

مولانا! کیا یہ اشعار اللہ پر اس کے ضعف ایمان پر دلالت نہیں کرتے؟  
 شیخ: مجھے اس بات پر تعجب نہیں کہ تجھے اس کے یہ تین شعر تو یاد ہوں مگر اس کا یہ شعر یاد نہ ہو۔  
 واللہ اکبر لایدنو القیاس لہ ولا یجوز علیہ کان أو صار |  
 (اللہ اس قدر بڑا ہے کہ کوئی قیاس اس کے قریب نہیں جاسکتا اور نہ اس کے لئے "کان" اور "صار" کا استعمال درست ہے)

اس لئے کہ تم نوخیزانِ شک اور ہر چیز کے فریفتہ ہو، جو شک کی طرف لے جائے۔ لیکن مجھے تو تمہاری اس بات پر تعجب آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ عقل کے وہم اور زمان و مکان کے تصور سے عقل کے عاجز آجانے کے متعلق طویل و عریض بحث گزر چکی ہے، پھر بھی تو اس بات کو کیسے نہیں سمجھ سکا۔ ان اشعار میں معری کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایسے حادث زمانہ کے تصور سے جس سے پہلے کوئی زمانہ نہیں۔ نیز اس حادث مکان کے تصور سے جس کا تخلیق عالم سے پہلے کوئی وجود نہ تھا، اپنی عقل کے عجز کی طرف اشارہ کرے۔ جیسا کہ غزالی نے کہا ہے۔ عقل کے عجز کی طرف یہ اشارہ اس بات پر قطعاً دلالت نہیں کرتا کہ ابو العلاء اس خدا کے وجود کا منکر ہے، جسے وہ جانتا ہے کہ "اس سے بھی بڑا ہے کہ قیاس اس کے قریب آسکے یا "کان" اور "صار" کے الفاظ اس کے لئے کہے جا سکیں۔ یعنی یہ کہ اس کے ازلی وجود کا قیاس ان حادث اجسام کے وجود سے نہیں ہو سکتا، جن کے حادث ہونے کی وجہ سے زمان و مکان کے ساتھ تعلق ضروری ہے۔ اگر یہ حادث نہ ہوتے تو نہ مکان و زمان کا وجود ہوتا اور نہ کوئی معنی، جس کا تصور ممکن ہو سکے۔

اے حیران! تم قیامت کے متعلق اس کی رائے کے متعلق بھی کہو۔ کیونکہ جو لوگ شک کرنے اور شک میں ڈالنے کے دلدادہ ہیں، انہیں اس کا صرف یہ قول یاد ہے:

تخطئنا الاّ یام حتی کائناتاً زجاجٌ ولكن لا یعاد لنا سبک

اور اس کا یہ شعر:-

لوکان جسمک متروکاً بهیئتہ بعد التلاف، طمعنا فی تلافیہ

(زمانہ ہمیں شیشہ کی طرح توڑ ڈالتا ہے مگر ہمیں دوبارہ ڈھالانے جائے گا۔ اگر تمہارے جسم کو تلف ہونے

کے بعد اپنی ہیئت پر چھوڑ دیا جاتا تو ہم اس کی تلافی کی خواہش کرتے۔)

اور وہ اس کے اس قول کو یاد نہیں رکھتے:-

اذما اعظمی کانت هباء فان الله لا يعيبه جمعی  
اور اس کا یہ شعر:

ومنی شاء الذی صورنا اشعر الموت لشوراً فان انتشر  
اور اس کا یہ شعر:

وقد یمنک البعث ان قال الملیک به ولیس منا لدفع الشر امکان  
اور اس کا یہ شعر:-

واعجب ما نخشاه دعوة هائف اتیتم فہتوا یا نیام الی الحشر  
فیا لیتنا عشنا حیاة بلا ردی یدالدهر اومتنا ممتاً بلا نشر

جب میری ہڈیاں غبار بن جائیں گی تو بھی اللہ مجھے اکٹھا کرنے سے عاجز نہ ہوگا۔ اور جس خدانے ہمیں یہ صورت بخشی ہے جب چاہے گا تو موت میں زندہ ہونے کا شعور پیدا کر دے گا اور وہ زندہ ہو جائیں گی اگر بادشاہ (اللہ) کہے تو قیامت ممکن ہے اور ہم میں دفع شر کی طاقت نہیں ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ہم اس سے نہیں ڈرتے جبکہ ہائف پکار کر کہہ رہا ہے تمہارے پاس (فرشتے آگئے) لہذا سونے والو اٹھ کر (میدان) محشر میں چلے آؤ۔ کاش کہ ہم ایسی زندگی گزارتے جس میں کبھی مرنا نہ ہوتا یا اگر مر جاتے تو پھر اٹھنا نہ ہوتا۔ اور ایک مومن خائف کی زبان سے اس کا یہ کہنا ہے:-

ان کان نقلی من الدنیا لعود الی نعیر وارصبَ فانا نقلنی علی عجل  
وان علمت ما لی عند آخر فی شرراً واصیق فانسأرت فی الاجل

(اگر میرا دنیا سے منتقل ہو کر کسی اچھی اور فراخ تر جگہ کو جانا ہے تو مجھے جلدی سے منتقل کر دے اور اگر میرا انجام آخرت میں بُرا اور زیادہ تنگ ہوگا خدا میری موت میں تاخیر کر دے)

مجھے اپنی عمر کی قسم ایسے شعروں کو یاد رکھنے کی طرف توجہ دینا جن میں شک اور ظن ہو اور ان شعروں سے قطع نظر کرنا جن میں مع دلیل کے ایمان پایا جاتا ہو، اس انصاف پسند آدمی کا کام نہیں جو اس شخص کی صحیح رائے کو جاننا چاہتا ہو۔ حق کی طرف جانے کا تو یہی راستہ ہے کہ ہم اس کے تمام اقوال میں اچھی طرح سے غور کریں اور دلیل کے ساتھ کسی ایک کو ترجیح دیں۔ کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ ہمیں "دوبارہ ڈھالنا نہ جائے گا" اور اسی قسم کے دیگر الفاظ کو قیامت سے انکار کی طرف اس قدر نہیں پھیرا جاسکتا جن قدر کہ اسے ان علماء کی رائے



کی طرف پھیرا جاسکتا جو یہ کہتے ہیں کہ قیامت ایک نئی تخلیق کے ساتھ ہوگی۔ اس کا یہ کہنا "جس نے ہمیں صورت بخشی ہے جب چاہے گا موت کے اندر زندہ ہونے کا شعور پیدا کر دے گا اور وہ زندہ ہو جائیں گے۔" اس کے ضمن میں جسموں کے اٹھائے جانے کے متعلق عقلی دلیل بائی جاتی ہے اور یہ اس خدا کی قدرت سے ہو گا جس نے انہیں پیدا کیا۔ صورت بخشی اور پہلی بار ایجاد کیا.... لے حیران اس میں غور کرو۔

اسی طرح روح کے متعلق اس کا یہ قول ہے :

اما الجسوم فللتراب مآلہا وعیبت بالارواح انی تذهب

اور اس کا یہ شعر :

روح اذا اتصلت بجسوم لم یزل  
ہو ہی فی مرض الفناء المکمد  
ان کنت من ریحہ فیا ریح اسکنی  
او کنت من نار فیا ناراً احمدی  
اور اس کا یہ شعر :

ان یصحب الروح عقلی بعد مظعنہا  
للموت عنی ، فاجدر ان تری عجبا  
وان مضت فی الهواء الرحب هالکة  
هلاک جسمی فی تری فوا شجبا

جسم تو انجام کار مٹی ہو جائیں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ارواح کہاں جائیں گی۔ جب روح جسم کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے تو دونوں عثمانک کرنے والے فنا کے مسلسل مریض ہو جاتے ہیں۔ اگر تو ہوا ہے تو لے ہوا ساکن ہو جا۔ اور اگر تو آگ ہے تو آگ کچھ جا۔ اگر موت کے وقت روح مجھ سے کوچ کرنے کے بعد بھی میری عقل کے ساتھ رہے تو تو عجیب باتیں دیکھے گا۔ اور اگر یہ بھی فنا ہو کر وسیع ہوا میں چلی جائے گی جس طرح میرا جسم مٹی میں فنا ہو جائے گا تو آگے غم۔

کیونکہ یہ سب اقوال ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس شخص کے ایمان میں قطعاً عیب جونی نہیں کی جاسکتی۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کچھ اور سمجھیں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح کوئی اور چیز ہے اور جسم کوئی اور۔ اور یہ جسم کے ساتھ متصل ہو کر اسی قید کا دکھ جھیلیتی ہے اور جسم زندگانی کا درد جھیلتا ہے اور یہ کہ البوالعلاء کو روح کی حقیقت معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ آیا جسم کے علاوہ اس کا کوئی مستقل وجود ہے یا یہ جسم کی زندگانی میں جسم کا فعل ہے اور یہ جسم کی موت کے ساتھ مر جاتی ہے اور قافیہ کی محبت اور زندگانی سے نفرت اسے روح کو ہوا یا آگ فرض کرنے پر مجبور کرتی ہے، جیسا کہ لوگوں کا خیال

ہے تاکہ وہ اس کے ساکن ہونے یا کچھ جانے کی آرزو کرے۔ اور یہ تمام امور خواہ تو رائے کو کتنا ہی کیوں نہ پلٹے، ایمان میں قطعاً عیب نہیں نکال سکتے۔ اس لئے کہ ہمیں روح کی حقیقت سے معلوم نہیں اور نہ ہم پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ ہم ضرور اس کے متعلق کہ سوائے اس کے کہ "من امر اللہ" ہے، کچھ اور کہیں۔

اے حیران! جب تم نے معری کے کلام سے یہ معلوم کر لیا اور تو اس میں غور بھی کرے اور ایسی عاجزی کے ساتھ، جس میں ریا کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تو اس شخص کا اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری کرنے کو بھی یاد رکھے تو کچھ پورے طور پر معلوم ہو جائے گا اور کچھ یقین ہو جائے گا کہ ابوالعلاء رحمہ اللہ باوجود اپنی مایوسی، زندگی پر ناراضگی اور تقدیر کے اسرار پر تعجب کرنے کے مومن ہی تھا بلکہ اللہ پر اس کا ایمان بہت ہی سچا اور اللہ کی آزمائش پر صبر کرنے والا تھا۔



ہاں! تو میں کون ہوں کہ آپ جیسے فاضل مجھے خط لکھیں۔ کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ تریا آسمان سے زمین پر اتر آئے۔ اللہ جانتا ہے کہ میں چار برس ہی کی عمر میں آنکھوں اور کانوں سے معذور ہو چکا ہوں۔ میرے لئے ایک نوسالہ اونٹ اور اس کے پیچ میں فرق کرنا مشکل ہے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ پے در پے مصیبتیں بھیلنے سے میرا قد بھی خمیدہ ہو گیا ہے اور بڑھاپے میں تو کھڑا ہونے سے بھی لاجار ہوں۔ رہی میری شہرت تو خدا گواہ ہے کہ میں نے اس کی کبھی خواہش نہیں کی۔ میں تو خود کو ایک بے وقوف آدمی سمجھتا ہوں۔ اگر کوئی شخص میرے بارے میں نیک خیال کرے تو وہ قابل ملامت ہے۔ البتہ یہ ضرور پایا گیا ہے کہ بھلے لوگ ساری دنیا کو بھلا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ بھلے تو بھلے ہی ہیں اور بُرے بُرے۔

آپ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کے متعلق اب بندہ کچھ خامہ فرسائی کرے گا۔

ازل سے قسمت میں زہد و تقویٰ لکھا ہوا تھا۔ لہذا مجھے ہمیشہ افلاس سے دوچار ہونا پڑا۔ میں نے دیدہ و دانستہ اس ناپائیدار دنیا سے گریز کیا۔ کیونکہ اس کے معاملات میں الجھنے سے کوئی کام بر نہیں آتا۔ پھر اہل دنیا نے بھی مجھے ایک کونے میں پھینک دیا اور کہہ دیا کہ تجھ جیسے سے ہمیں کوئی سروکار نہیں.....

ابوالعلاء معری کا ایک خط بنام داعی الدعاة فاطمیہ الشیخ الشیرازی

## بقیہ نظرات

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی شائع کردہ کتاب "مجموعہ قوانین اسلام" کے اس بیان پر "نابالغوں کی شادیاں کرنا کوئی امر تاکیدی نہیں ہے، بلکہ ایک امر مباح ہے۔ مقتدر اعلیٰ یا ملک کا قانون ساز ادارہ معاشرے کے مفاد میں اس کو موقوف یا معطل یا مقید کر سکتا ہے۔" بعض حلقہ علماء کی طرف سے اعتراض کیا گیا تھا، مفتی امجد العلی صاحب نے اس کے جواب میں مصرعے مشہور مفسر قرآن اور عالم دین سید رشید رضا کا یہ قول نقل کیا تھا کہ امام کو مطلق حاصل ہے کہ مباح کو ممنوع کر دے۔ جب کہ اس کے ارتکاب میں کسی مفسدہ کا خوف ہو جب تک کہ یہ مفسدہ قائم رہے اور مصلحت اس ممانعت کو چاہتی ہو۔ اس کی تائید میں انھوں نے بعض اور علماء اور ماہرین قانون اسلامی کی بھی رائیں پیش کی تھیں۔ اس بارے میں قاضی علاؤ الدین خرقہ قاضی بصرہ کی رائے ملاحظہ ہو:- اگر اصلاح عامہ کے اقتضا کے تحت احکام میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اور مباح کو غیر متبدل قرار دینے کا اصول لازمی مانا جاتا ہے تو پھر کسی قسم کی مزید تشریح اسلامی کا امکان نہیں رہتا۔

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد مفتی امجد العلی صاحب نے پاکستان کے علماء کرام کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی کہ موجودہ دور میں ہر اسلامی ملک میں وہاں کی حکومتیں ہی قوانین اسلامی کی تشکیل کا کام سرانجام دے رہی ہیں اور اس میں ان ملکوں کے علماء ان کے ساتھ پورا تعاون کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں کے علماء کرام کا جو رویہ ہے، اس پر دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مفتی امجد العلی صاحب نے اپنی یہ رائے ثبت فرمائی تھی۔

"کاش علماء پاکستان کی طرف سے جتنا وقت ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نقد و تنقید اور مجاہدہ و مبارزہ، باہمی بغض و عناد، بے دینیگی اور نفرت و حقارت کے جذبات کی تخم ریزی میں صرف کیا جاتا ہے، اتنا یا اس سے کم ہی تدریس قوانین شرعیہ میں صرف کیا جانا اور ایسے تمام قوانین کی تدریس کی جاتی جو حکومت کے غیر اسلامی موجودہ مروجہ قوانین کی جگہ لے لیتے، جیسا کہ دیگر ممالک اسلامیہ کے علماء و فضلاء نے اپنے مخصوص مسالک پر رہتے ہوئے تعصب اور عناد کے اثرات سے بالاتر ہو کر قوانین کی تدریس کر لی ہے۔"

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ اگر آپ کی رہنمائی میں اور آپ کی کوششوں سے اہل تحقیق علماء اور جدید علوم کے ماہرین مل بیٹھ کر موجودہ مسائل کے اسلامی حل تلاش کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو یہ ملک کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہوگی۔